طالبانائزیشن اور پاکستان ایک جائزہ

تحریر: ڈاکٹر اسرار احمد (بانی تنظیم اسلامی) media@tanzeem.org

اسلام آباد میں جامعہ حفصہ ؓ کی طالبات کے اقدام کا معاملہ ہو یا کسی مذہبی حلقے کی جانب سے شمالی علاقہ جات میں حجاموں کو داڑھی مونڈھنے سے روکنے کا اعلان ہو۔فوراً مغربی میڈیا میں شور بر پا ہو جاتا ہے کہ پاکستان ''طالبانائزیشن'' کی جانب بڑھ رہا ہے اور ایسے معاملات پر مغربی تبصرہ نگار ایسی ''دور دور کی کوڑیاں'' لاتے ہیں کہ دنیا دنگ رہ جائے۔ پاکستان میں بھی بعض دینی حلقوں کا یہ خیال ہے کہ ہمارے مسائل کا حل ''طالبانائزیشن'' کے ذریعے ممکن ہے۔ بہر حال طالبان حکومت کے خلاف عالم کفر کے اجماع سے گویا یہ ثابت ہو گیا کہ افغانستان میں اسلام اُبھر رہا تھا اور اس سے باطل اور شیطانی قوتوں کو شدید خطرات لاحق ہو گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اُسے بزعم خویش جڑ سے اکھاڑ دیا گیا۔اس وقت ہمیں جائزہ لینا ہو گا کہ ''طالبان'' کون ہیں؟ اور کیا پاکستان میں ''طالبانائزیشن'' کا کوئی امکان موجود ہے؟ سب سے پہلے طالبان کے مسئلے کو دیکھا جائے کہ یہ ''مخلوق'' کیسے معرض وجود میں آئی۔ جسے دنیا میں آج ایک ''ہوّا'' بنا کر پیش کیا جا رہا ہے،اس کے لیے ہمیں افغانستان کے تاریخی پس منظر میں جھانکنا پڑے گا۔موجودہ افغانستان کوئی بہت پرانا ملک نہیں۔ایرانی کہتے ہیں کہ افغانستان ہمیشہ سے ہمارے ملک کا حصہ رہا ہے اور ان کا یہ دعویٰ غلط نہیں ہے کیونکہ افغانستان ماضی میں ایران یا کبھی ہندوستان کا حصہ رہا ہے۔ ماضی میں افغانستان کے نام سے علیحدہ ملک کبھی بھی نہیں رہا۔موجودہ افغانستان احمد شاہ ابدالی کے دور میں قائم ہوا۔اور انہیں احمد شاہ بابا کہا جاتا تھا گویا وہ بابائے افغانستان یا قائداعظم افغانستان تھے۔ انہوں نے جس افغانستان کی بنیاد رکھی تھی وہ آج دنیا میں قائم ہے۔افغانستان میں گذشتہ 28 برسوں میں ہونے والی پے در پے تبدیلیوں سے قبل ظاہر شاہ کی حکومت تھی اور اس کے چھ نمایاں اوصاف (Salient features) تھے۔ پہلا وصف نچلی سطح پر قبائلی نظام اور بالاتر سطح پر شہنشاہی نظام بہت مستحکم تھا۔یعنی قبائل کی بنیاد پر بادشاہت مضبوطی سے قائم تھی۔ دوسرا وصف افغانستان کے سابق سوویت یونین (USSR) سے بہت گہرے مراسم تھے جس کی وجہ سے روس نے افغانستان میں بہت ترقیاتی کام کیے۔تیسرا وصف افغانستان کی بھارت کے ساتھ بہت گہری دوستی تھی اور پاکستان کے ساتھ شدید دشمنی تھی۔افغانستان کی اس دشمنی کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ پاکستان کے اقوام متحدہ کے ممبر بننے کے خلاف پوری دنیا میں صرف ایک ووٹ تھا اور وہ ووٹ افغانستان کا تھا۔اگرچہ 1965ء کی جنگ میں افغانستان حکومت نے شرافت کا ثبوت دیا اور پاکستان کو یقین دلایا کہ آپ مغرب سے مطمئن رہیں،ہم آپ کی پیٹھ میں چھرا نہیں گھونپیں گے۔ظاہر شاہ حکومت کا چوتھا وصف یہ کہ ان کے دور میں دارالحکومت کابل مغربی تہذیب میں پوری طرح ڈوبا ہوا تھا۔پورے طور پر وہی مغربی تہذیب، وہی فحاشی و عریانی،غرضیکہ تمام چیزیں جوں کی توں تھیں۔گویا اس دور کے کابل کا پیرس کے ساتھ تقابل کیا جا سکتا تھا۔پانچواں وصف افغان بیوروکریسی اور تعلیم یافتہ طبقات میں کمیونسٹوں کا بہت گہرا اثر و نفوذ تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اکثر افغان روس سے پڑھ لکھ کر آتے تھے۔ظاہر شاہ حکومت کا چھٹا اور آخری نمایاں وصف یہ تھا کہ وہاں دو مضبوط جماعتیں ''خلق'' اور ''پرچم'' کے نام سے موجود تھیں اور دونوں کمیونسٹ تھیں۔ان کے علاوہ تیسری سیاسی جماعت کا سرے سے وجود ہی نہ

تھا۔ یہ حالات آج سے قریباً اٹھائیس برس قبل افغانستان کے تھے۔اس کے بعد افغانستان میں تبدیلیوں کا ایک دور آیا ہے۔ پہلے داؤد نے ظاہر شاہ کا تختہ الٹا اوراس کے بعد پے در پے بغاوتوں کا دور شروع ہوا کبھی محمد امین کبھی ببرک کارمل، کبھی نجیب اللہ افغان صدر بنے مگر کمیونسٹوں کا نظام وہاں مستحکم نہ ہوسکا۔اس موقع پر علماء کی جانب سے بھی مزاحمت ہوئی لیکن اُسے سختی سے کچل دیا گیا اور روس نے آپس کی خانہ جنگی سے فائدہ اُٹھا کر افغانستان پر براہِ راست حملے کا فیصلہ کیا جو اُس کی بہت بڑی غلطی تھی۔افغانستان پر روسی حملے نے عوام میں شدید ردّعمل کو جنم دیا کیونکہ آزادی افغان قوم کی گھٹی میں ہے۔ چنانچہ پوری قوم اُٹھ کھڑی ہوئی اور تمام علماء نے روس کے خلاف جہاد کا فتویٰ دے دیا۔لہٰذا جہاد شروع ہو گیا راقم کے نزدیک یہ ''جہاد حریت'' تھا۔''جہاد فی سبیل اللہ'' نہیں۔البتہ اس جہاد میں شہید ہونے والوں کی کافی بڑی تعداد کی نیت اللہ کے دین کو قائم کرنے کی تھی ،لہٰذا وہ اللہ کے ہاں اپنی نیت کے حساب سے اجر پائیں گے۔ جہاد حریت بھی دین میں جائز ہے اور اس کے لیے جان دینے والا بھی شہید ہی قرار پاتا ہے۔اس جہاد میں قریباً دس لاکھ افغانوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے۔امریکہ نے اس سنہری موقع سے فائدہ اُٹھایا اور روس سے اپنی شکستوں کا بدلہ لے لیا اور پاکستان کے ذریعے افغانوں کی بھرپور امداد کی۔ جو مالی بھی تھی اور ہتھیاروں کی صورت میں بھی تھی۔ یہاں تک کہ افغان مجاہدین کو سٹنگر میزائل بھی مہیا کیے۔نتیجہ یہ نکلا کہ روس کو شکست فاش ہوئی اور وہ ذلت ناک طریقے سے افغانستان سے رخصت ہوا اور اسی جنگ کے نتیجے میں کچھ ہی عرصہ بعد سوویت یونین بھی تحلیل ہوگئی اور دنیا میں واحد سپر پاور امریکہ کی حکومت قائم ہوگی۔روسی افواج کے انخلاء کے بعد اب ایک نیا دور شروع ہوا جس میں مجاہدین کی باہمی خانہ جنگی شروع ہوگئی اور اس خانہ جنگی نے بدترین شکل اختیار کی۔کابل کی اصل تباہی اور بربادی اسی خانہ جنگی کے دوران ہوئی اس خانہ جنگی میں بھی لاکھوں مسلمان ایک دوسرے کے ہاتھوں قتل ہوتے۔اور اب افغان جہاد ایک طعنہ بن گیا کہ یہ جہاد فی سبیل اللہ نہیں فساد فی سبیل اللہ ہے۔بہرحال اس خانہ جنگی کے دو نتیجے نکلے ایک یہ کہ دارالحکومت کابل تباہ و برباد ہو گیا۔عمارتوں کی کوئی ایک اینٹ سلامت نہ رہی۔ دوسرے یہ کہ ہر جگہ لوکل کمانڈرز نے چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کرلیں،قدم قدم پر پھاٹک لگ گئے اور ہر ''ریاست'' نے آنے جانے والوں سے ٹیکس وصول کرنا شروع کر دیے۔عوام کو لوٹا،کھسوٹا گیا اور ظلم وتشدد معمول بن گیا۔اس کے بعد افغانستان کے حالات نے ایک بار پھر کروٹ لی اور ایک نیا دور شروع ہوا کہ جہاد افغانستان کے کچھ مخلص اور نیک مگر صف دوم یا سوم کے کمانڈروں نے اصلاح کا بیڑا اُٹھایا جن میں ملا محمد عمر اور ملا محمد ربانی مرحوم ذرا نمایاں لوگ تھے۔ان کا موقف تھا کہ ہمیں اصلاح کرنی چاہیے ورنہ سارے کے سارے افغان ہلاک و برباد ہوجائیں گے۔ چنانچہ ملا محمد عمر نے دینی مدارس کے زیر تعلیم یا فارغ التحصیل طلبہ کی مدد سے ہتھیار واپس لینے اور جگہ جگہ قائم پھاٹک ختم کرانے اور چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے ٹیکس ختم کرانے کی تحریک شروع کی۔اس تحریک کو اُس وقت کی حکومت پاکستان اور امریکہ نے بھی سپورٹ کیا۔ دراصل امریکہ اُن قائدین سے زیادہ خطرہ محسوس کرتا تھا، جو ماڈرن بنیاد پرست تھے۔مثلاً حکمت یار، ربانی،عبدالرسول سیاف اور احمد شاہ مسعود وغیرہ کے بارے میں امریکہ کا خیال تھا کہ یہ جدید تعلیم یافتہ لوگ ہیں اور یہ ہمارے مدمقابل کھڑے ہوجائیں گے،جبکہ دینی مدارس کے طالب علموں کو ہم قابو کرلیں گے اور انہیں کچھ نہ کچھ ''مذہبی کھلونے'' دے کر مطمئن کرلیا جائے گا۔ جیسے سعودی عرب جیسے مسلمان ملک ہماری جیب میں ہیں ایسے افغانستان بھی ہماری جیب میں آجائے گا۔ یہ دوسری بات کہ امریکہ اوراس کے حواریوں کی تمام تدبیریں الٹ گئیں اور طالبان ہی امریکہ کے لیے سب سے بڑا دردسر بن گئے۔افغانستان میں ملا عمر اوران کے ساتھی ''طالبان'' کو خوش آمدید کہا گیا اور بہت کم مقامات پر جنگ کی نوبت آئی صرف شیعہ علاقوں میں شدید مزاحمت ہوئی اور شاید اس کی وجہ طالبان کا کٹر حنفی مسلک سنی ہونا تھا۔ بہرحال عوام

نے ہتھیار پھینک دیئے اور افغانستان کے 95 فیصد علاقے پر ایک حکومت قائم ہوگئی اور اس کا نام امارت الاسلامیہ افغانستان رکھا گیا۔ طالبان کی حکومت قائم ہونے سے جو نتائج نکلے ذرا وہ نوٹ کرلیں اوّلا افغانستان میں کمیونسٹ عناصر کا خاتمہ ہوگیا۔ وہاں کی جو Elite کلاس تھی یا قائدین تھے وہ مر گئے یا بھاگ گئے اور جو چھوٹے درجے کے سرکاری ملازم تھے اور وہ کمیونسٹ رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اب وہ لوگ منقار زیر پر ہو گئے لہٰذا وہ کھل کر بات نہیں کرسکتے تھے چنانچہ یہ معاملہ وہیں ختم ہوگیا، ثانیاً جو مترقین تھے یعنی مالدار آزاد خیال لوگ اور سیکولر طبقہ وہ ملک کو چھوڑ کر چلا گیا۔ کوئی امریکہ، فرانس، انگلینڈ میں آباد ہوگیا اور ان کا ایک بہت بڑا طبقہ پاکستان میں پنجے گاڑ کر بیٹھ گیا۔ اس وقت پشاور اور اسلام آباد کے بعض علاقوں میں پھرتے ہوئے معلوم ہوتا تھا کہ شاید آپ افغانستان میں آ گئے ہیں۔ موجودہ صدر حامد کرزئی بھی پاکستان میں آ کر پناہ گزین رہے ہیں اور اب وہی پاکستان کی مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ بہرحال مالدار Professionals کے ملک چھوڑ جانے کی وجہ سے بے شمار مشکلات نے جنم لیا۔ ثالثاً افغانستان میں نہ فوج رہی، نہ بیوروکریسی رہی تو نتیجہ یہ نکلا کہ وہاں صرف اور صرف مذہبی طبقہ رہ گیا۔ اس خلاء سے طالبان نے بھرپور فائدہ اُٹھایا اور اپنی حکومت قائم کرلی اور اس حکومت کے نتیجے میں افغان عوام نے سکھ کا سانس لیا اور خانہ جنگی اور بدامنی کا خاتمہ ہوا۔ اگر افغانستان میں کیمونسٹ عناصر موجود رہتے یا آپس کی خانہ جنگی نہ ہوتی اور مجاہدین نے قومی حکومت قائم کرکے اپنی فوج تشکیل دی ہوتی تو طالبان کے افغانستان میں اثر ونفوذ کا کوئی امکان نہ تھا۔ بہرحال یہ وہ خاص حالات تھے جن کے نتیجے میں افغانستان میں ''طالبان'' وجود میں آئے۔ ان شاءاللہ آئندہ کالم میں ہم جائزہ لیں گے کہ کیا پاکستان میں ''طالبانائزیشن'' کا کوئی امکان موجود ہے؟ (جاری ہے)

(شائع شدہ روزنامہ جنگ)